یٰس اختر مصباحی

دار القلم ذاکر نگر نئی دہلی

کی

مؤلف

یٰسٓ اختر مصباحی

بانی وصدر دارالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی ۲۵
بانی رکن المجمع الاسلامی، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی

طابع و ناشر

دارالقلم-66/92 قادری مسجد روڈ، ذاکر نگر (جوگا بائی ایکسٹینشن)

اوکھلا، نئی دہلی-110025 (انڈیا)

فون:011-26986872، فیکس نمبر:011-26987184

اجمیر شریف حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی نسبت سے ہندوستان کا ایک بڑا دینی اور روحانی مرکز تھا۔ وہاں کی بڑی علمی شخصیت کون تھی؟ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی۔ جو پہلے بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے تھے اور بعد میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس بنے۔ آپ یہاں اجمیر کالج میں صدر مدرس تھے۔ (ص ۲۰۔ مطالعۂ بریلویت جلد چہارم مطبوعہ دیوبند)

(۳) اِعلام الاعلام بأن ہندوستان دار الاسلام (۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء) جس کی پہلی طباعت بشکلِ رسالہ بماہِ مارچ ۱۹۲۷ء حسنی پریس بریلی سے ہوئی۔ اس میں امام احمد رضا بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) تحریر فرماتے ہیں:

> ''دارالاسلام کے دارالحرب ہوجانے کے بارے میں جو تین باتیں ہمارے امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک درکار ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکامِ شرک اعلانیہ جاری ہوں اور شریعتِ اسلامیہ کے احکام و شعائر مطلقاً جاری نہ ہونے پائیں۔ اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی ہے مگر یہ بات بحمد اللہ یہاں قطعاً موجود نہیں۔'' (اعلام الاعلام مطبوعہ حسنی پریس۔ بریلی)

دوام العیش فی الائمۃ من قریش (۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء) امام احمد رضا بریلوی کے وصال ۱۹۲۱ء کے بعد ۲۵ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۳ء میں حسنی پریس بریلی سے شائع ہوئی اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

> ''مفلس پر اعانتِ مال نہیں۔ بے دست و پا پر اعانتِ اعمال نہیں۔ ولہذا مسلمانانِ ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں۔ (دوام العیش مطبوعہ بریلی)

۱۸۸۸ء میں امام احمد رضا بریلوی نے ایک استفتاء کے جواب میں ہندوستان کو دارالاسلام کہا اور اعلام الاعلام تحریر کیا جس کی اشاعت آپ کے وصال (۱۹۲۱ء) کے تقریباً سات سال بعد ہوئی۔ اس کے اندر ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کی وجہ یہ بتائی کہ یہاں احکام و شعائرِ اسلامیہ پر پابندی نہیں نہ ہی انھیں پامال کر کے یہاں مسلمانوں پر اعلانیہ احکام شرک جاری ہیں۔ یہ اساسِ حکم ہے جو شریعتِ اسلامیہ و اصول فقہ کے مطابق ہے۔ اسی طرح اس دور میں آپ کے وصال تک مسلمانانِ ہند پر حکم جہاد نہیں تھا کیوں کہ ان کے اندر قدرت و استطاعتِ جہاد نہیں تھی۔ یہ مسئلہ بھی عین مطابق شریعت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس دور میں علمائے ہند میں سے کسی

Butt

قابلِ ذکر عالم وفقیہ ومفتی نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے اوراس میں جہاد فرض ہونے کا فتویٰ شاید ہی دیا ہو۔اوراگر دیا ہوتو وہ اصولاً صحیح نہیں اورنا قابل عمل بھی تھا۔

ان دونوں باتوں کوایک ساتھ سمجھانے کے لئے میں معترضین ومعاندین سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ۱۵راگست ۱۹۴۷ء کے بعد ہندوستان کے لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ہزاروں مساجد پنجاب وغیرہ مشرکینِ ہند کے قبضے میں چلی گئیں۔ہزاروں مسلمان عورتوں کی عصمت دری وآبروریزی ہوئی۔اس دورِ وحشت اثر کے بعد بھی سالہا سال تک ہزاروں ہندو مسلم فسادات میں مسلمانوں کی جان ومال کی تباہی اوران کی عزت وناموس کی بربادی ہوتی رہی۔اوردسمبر ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد ہندوستانی کورٹ وگورنمنٹ وپولیس وملٹری کی موجودگی میں شہید کی گئی اورملک بھر میں مسلمانوں کاوحشیانہ قتل اوران کی خوں ریزی ہوئی۔مارچ ۲۰۰۲ء میں صرف صوبہ گجرات کے اندر حکومتِ گجرات کی شہ پر تین چار ہزار مسلمان شہید کردیئے گئے۔ایسے سنگین ایام واوقات میں بھی ہندوستان کے کس طبقہ کے علماء نے ہندوستان کو دارالحرب قراردیااوراس کے اندر جہادفرض ہونے یایہاں سے ہجرت کرنے کافتویٰ دیا؟؟؟

حلقۂ دیوبند کے قطب الاقطاب وامام ربانی مولانا رشیداحمد گنگوہی (متوفی ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) لکھتے ہیں—

’’ہند کے دارالحرب ہونے میں اختلاف علماء کا ہے۔بظاہر تحقیقِ حال بندہ کی خوب نہیں ہوئی۔حسب اپنی تحقیق کے سب نے فرمایا ہے اوراصل میں کسی کوخلاف نہیں۔اوربندہ کوبھی خوب تحقیق نہیں کہ کیا کیفیت ہند کی ہے۔فقط۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔(ص ۵۰۵۔فتاویٰ رشیدیہ مکتبہ تھانوی دیوبند)

’’دارالحرب ہونا ہندوستان کامختلف علماے حال میں ہے۔اکثر دارالاسلام کہتے ہیں اور بعض دارالحرب کہتے ہیں۔بندہ اس میں فیصلہ نہیں کرتا۔(ص:۷۔جلد اول۔فتاویٰ رشیدیہ۔کتب خانہ رحیمیہ دہلی)

دیوبندی حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی (متوفی ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) گومگو اورتردد کی کیفیت میں ہیں۔رجحان دارالحرب کی طرف ہے مگر یہ بھی کہتے ہیں کہ ہجرت کے معاملے میں

Butt

دارالحرب اور سود کے معاملے میں دارالاسلام قرار دینا چاہیے۔ (خلاصۂ مفہوم۔ص:۳۷۱ و ۳۶۲۔از قاسم العلوم مطبوعہ لاہور)

دیوبندی حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی (متوفی ۱۳۶۲/۱۹۴۳ء) فرماتے ہیں —

''عموماً دارالحرب کا معنی غلطی سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ جہاں حرب واجب ہو۔ سو اس معنی میں تو ہندوستان دارالحرب نہیں کیوں کہ یہاں بوجہ معاھدہ کے حرب درست نہیں۔ (ص:۱۴۷۔باب اول۔ملفوظ ۶۱۴۔کمالات اشرفیہ،مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون)

بینک سے لین دین کے منافع کو سود قرار دیتے ہوئے انیسویں صدی کے بالکل آخر میں مولانا اشرف علی تھانوی (متوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) نے ۱۸۸۷ء میں تحذیر الاخوان عن الربوٰ فی الھند وستان (مسودہ صفر ۱۳۰۵ھ،مبیضہ رمضان ۱۳۰۷ھ) لکھا جو ان کی زندگی ہی میں شائع ہوا اس کے اندر دارالاسلام اور دارالحرب کی بحث کرتے ہوئے مولانا تھانوی لکھتے ہیں:

> ''اور ہندوستان نہ تو صاحبین کے قول پر دارالحرب ہے کیوں کہ اگرچہ احکام شرک کے اس میں علی الاعلان جاری ہیں لیکن احکام اسلام کے بھی بلاخوف وخطر مشتہر ہیں۔ اور دونوں کے باقی رہنے سے دارالحرب نہیں ہوتا۔ اور نہ امام صاحب کے قول پر دارالحرب ہے کیوں کہ اجرائے احکامِ کفر بہ تفسیرِ مذکور یہاں نہیں بلکہ بدستور احکامِ اسلام جاری ہیں اور ایسی صورت میں دارالحرب نہیں ہوتا۔'' (ص:۸۔تحذیر الاخوان عن الربوٰ فی الھند وستان از مولانا اشرف علی تھانوی۔اشرف المطابع تھانہ بھون)

پھر انقلاب ۱۸۵۷ء کے پس منظر میں ایک شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے مولانا تھانوی لکھتے ہیں:

> ''شاید کسی کو شبہ ہو کہ غدر سے تو امانِ اول باقی نہیں رہا بلکہ عہدِ ثانی کی ضرورت ہوئی۔ اول تو یہ بات غلط ہے۔ غدر میں صرف باغیوں کو اندیشہ تھا۔ عام رعایا سرکار سے بالکل مطمئن تھی۔ دوسری سلّمنا غایت سے غایت یہ ہوگا کہ بعض کے لئے امانِ اول باقی ہے بعض کے لئے امانِ ثانی۔ یہ بھی مثل دونوں اِجراؤں یا دونوں اتصالوں کے ہوگا اور ترجیح دارالاسلام کو دی جائے گی۔

اور اگر بالفرض و التقدیر اس صورت میں دارالحرب بھی ہوگیا تب بھی دارالحرب اِجرائے احکام اسلام مثلِ جمعہ و عید سے دارالاسلام ہوجاتا ہے۔فی الدر المختار۔ و دارالحرب تصیر دارالاسلام باجراءِ احکامِ اهلِ الاسلام فیها کجمعة و عید۔اِن بقی فیها کَافِرٌ اَصلی و ان لم تتصل بدارالاسلام ۔اس صورت میں بھی ہندوستان دارالاسلام ہوگا۔(ص:۹۔تحذیر الاخوان عن الربوٰ فی الهندوستان از مولانا اشرف علی تهانوی۔ اشرف المطابع تھانہ بھون)

پس تعجب ہے کہ بعض اہلِ اسلام ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر آمدنِی بینک کو حلال سمجھتے ہیں۔ اور بعض لوگ لے کر خود نہیں کھاتے دوسروں کو کھلا دیتے ہیں۔ یہ ایک اعتبار سے پہلے سے بُرا ہے۔" (ص:۔۱۰۔تحذیر الاخوان از مولانا تھانوی)

ابوالحسنات مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی لکھنوی (متولد ذوالقعدہ ۱۲۶۴ھ/ اکتوبر ۱۸۴۸ء متوفی ربیع الاول ۱۳۰۴ھ/ دسمبر ۱۸۸۶ء۔ فرزند مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی متولد شعبان ۱۲۳۹ھ/ اپریل ۱۸۲۴ء۔ متوفی شعبان ۱۲۸۵ھ/ دسمبر ۱۸۶۸ء) لکھتے ہیں کہ — "بلادِ ہند جو قبضۂ نصاریٰ میں ہیں دارالحرب نہیں ہیں۔(ص ۳۰۲۔جلد اول فتاویٰ عبدالحیٔ فرنگی محلی ۔ مطبع یوسفی لکھنؤ)

واضح رہے کہ سب سے پہلے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء) نے ہندوستان کے دارالاسلام و دارالحرب ہونے کے مسئلے پر فقہائے احناف کے تین اقوال تحریر کیے اور تیسرے قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا کہ — "وہمیں قولِ ثالث را محققین ترجیح دادہ اند و بریں تقدیر معمولۂ انگریزاں و اشباہ ایشاں لاشبہ دارالحرب است"۔(ص:۱۱۰۔جلد اول فتاویٰ عزیزی مطبع مجتبائی دہلی)

Butt

اپنے وقت میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے برطانوی سامراج کے پنجۂ استبداد میں پھڑ پھڑاتے اور شعائر اسلام کو پامال ہوتے ہوئے دیکھ کر ہندوستان کے دارالحرب ہونے کو ترجیح دی اور علامہ فضل حق خیرآبادی (متوفی ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء) نے ۱۸۵۷ء میں برطانوی

Butt

میثم قادری

فتاوی عزیزی

جلد اول

از امام العلماء قدوة الفضلاء اوحد محدثین عرب و عجم قطب سماء الشرف و الکرم هادی الخلق الی سواء السبیل مصداق علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل زبدهٔ ارباب تمیز عزیز الفقهاء و الاتقیاء

حضرت مولانا شاه عبد العزیز صاحب دهلوی رحمة الله علیه

به تصحیح تام و تنقیح تمام باهتمام احقر انام محمد عبد الاحد وفقه الله للتزود لغد

در مطبع مجتبائی واقع دهلی بحسن زیبائش طبع گردید

سنه ۱۳۲۲ هجری

بعد چندے مع قبائل بہمراہی برادر خورد مولوی محمد یعقوب[۵۱] صاحب بہ نیت ہجرت قصد مکہ معظمہ فرمودند چنانچہ تمامی علماء و رؤساء نیز حضرت ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ تا درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ بمعیت آنحضرت برفتند و مرخص گردانیدند از صدمہ مفارقت آن مجمع البرکات تمامی اہل این دیار مغموم بودند و ہر صغیر و کبیر از درد فراق آن یگانہ آفاق دلگیر و ملول۔

آنحضرت بمکہ معظمہ مکرمہ تا شش سال کامل بہ درس و تدریس پرداختند و بہ بست و پنجم ماہ رجب المرجب شب شنبہ قریب طلوع صبح صادق ۱۲۶۲ھ ازین دار فانی بملک جاودانی رحلت فرمودند اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ صاحب اتحاف بحوالہ **قول جلی** حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ می گوید کہ ایشان فرمودند آگاہی آمد این فرزندان کہ لطف آلہی ایشان را بما عطا کردہ است و ہمہ سعد اند نوعے از ملکیت در ایشان ظہور خواہد کرد لیکن تدبیر غیب تقاضا میکند کہ دو شخص دیگر پیدا میشوند کہ در مکہ و مدینہ سالہا احیاء علوم دین نمایند و ہمانجا وطن اختیار کنند از طرف مادر نسب ایشان بما متمکن باشد زیراکہ آدمی زادہ بوطن مادر میلان طبع دارد و انتقال جماعہ کہ والدۂ ایشان متمکن باشند بسرزمینی مستحیل است مگر بقسر قاسر انتہی بلفظہ محرر سطور گوید کہ مصداق این آگاہی سوائے ہر دو نواسۂ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کہ مولانا محمد اسحق و محمد یعقوب اند بظاہر معلوم نمی شوند کہ ایشان از دہلی وطن خود ہجرت نمودہ در مکہ اقامت فرمودند و سالہا سال باحیائی روایت حدیث باہل عرب و عجم پرداختند واللہ اعلم بالصواب۔

بعد از ہجرت حضرت مولانا محمد اسحق صاحب مولوی موسیٰ[۵۲] صاحب و مولوی مخصوص اللہ[۵۳] صاحب فرزندان حضرت شاہ رفیع الدین صاحب بمدرسہ شاہ صاحب بدرس و تدریس مشغول شدند الحال بجز مولوی معز الدین صاحب از نبیرگان حضرت شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ دیگرے یافتہ نمیشود حق تعالے در عمرے برکت دہاد۔

محمد بیگ عفی عنہ

۱۰ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

[۵۱] سال وفات ۲۸ ذی الحجہ ۱۲۸۲ھ [۵۲] تاریخ وفات ۱۲ رجب ۱۲۵۹ھ [۵۳] تاریخ وفات ۱۳ ذی الحجہ ۱۲۷۱ھ۔

اللّٰہ یجتبی الیہ من یشاء ویہدی الیہ من ینیب

الحمد للہ علی احسانہ کہ کتاب مستطاب مجموعہ فتاوائے حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی مسمّٰی

فتاوی عزیزی

۱۳۲۲ھ

باہتمام احقر انام محمد عبد الاحد عفا اللہ عنہ الصمد بماہ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

در مطبع مجتبائی واقع دہلی مطبوع شد

بانها متحقق شود بالاجماع کفر ست و باعتبار دنیا اگر اختیاری این شخص است پس حرام است
یعنی ان تعاطی اسبابها حرام و الا فالمحبة امر لا یدخل تحت الاختیار و اگر طبعی محض ست همچو محبت
فرزند کافر و زوجه کافر حرام نیست مگر آنکه در تقلیل آن مهما امکن باید کوشید و در تطبیق آیات و احادیث
وارده درین باب بتفصیل مذکور چندان تکلفی نیست مثل قوله تعالی لا تجد قوما یؤمنون بالله و الیوم الآخر
یوادون من حاد الله و رسوله و مثل قوله لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین و مثل
قوله و من یتولهم منکم فانه منهم الی غیر ذلک من الآیات اما حکم موالات بمعنی معاونت و مناصرت پس مبنی است بر اصلی
مقرر و هو ان الاعانة علی الکفر و المعصیة معصیة اتفاقا لقوله تعالی و لا تعاونوا علی الاثم و العدوان و این
معاونت گاهی باجرت میباشد و آنرا در عرف چاکری میگویند و گاهی بی اجرت میباشد آنرا امداد و
کومک میگویند و حکم هر دو قسم واحد است یعنی اگر کفار خواهند که مسلمانی قتال کنند یا ملکی و بلدی از اهل
اسلام تصرف نمایند نوکری آنها حرام و مدد و کمک نیز حرام بلکه کبیره است و اگر باهم قتال کنند یا برای
جمع مال و بندوبست ملکی که از سابق در تصرف خود دارند و مسلمانانرا نوکر گیرند نظر بظاهر شرع اباحت است
قیاسا علی سائر الاجارات مثل الخیاطة و التجارة و غیرهما کیف و قد ثبت عن الاکابر انهم آجروا انفسهم من
المشرکین لیکن عند التعمق آنهم خالی از حرمت نباشد خصوصا درین زمان زیرا که چاکری اینها سیما
روشناسان را خیلی موجب مفاسد دینی میگردد و اقل مفاسد مداهنت است در انکار بر افاعیل منکره
ایشان و مناصحت و خیرخواهی ایشان و تکثیر سواد و تقویت شوکت و تعظیم مفرط ایشان و خداوند و صاحب
و قبله گفتن و اظهار محبت مفرط اینها الی غیر ذلک آری اگر این اجاره مثل آن اجاره باشد که ساهوکاران
در راه خطرناک جماعهٔ از مسلمین را بطور بدرقه میگیرند تا آنکه طول صحبت و دیگر مفاسد دران رفاقت
متحقق شود بلاشبه جائز است و ظاهر مراد فقها باجازت نوکری کفار همین قسم است و اگر درین صورت مسلمانی
همراه ایشان کشته شود مثل من مات علی الفراش است لا له و لا علیه همین قسم اعانت که ذکر شد بلا اجرت
در مقام مکافات با کفار که نسبت باین کس سابق اعانت نموده باشند درست لقوله تعالی لا ینهاکم الله
عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین و لم یخرجوکم من دیارکم ان تبروهم و تقسطوا الیهم ان الله یحب
المقسطین و قد ثبت فی الصحاح عن رسول الله صلی الله تعالی علیه و علی آله وسلم اعان خزاعة
قبل ان یسلموا علی ثقیف و کان بینهم حرب و درین قسم هم فرق باید کرد در میان الفت کفاریکه

معاند دین اند و طاعت مثل سکهان و فرنگیان و غیر ایشان مثل مرهتها و الله تعالی اعلم **سوال** ربوا گرفتن
از کافر در دار الحرب نزد ابی حنیفه رح در هدایه روا نوشته خلافا لصاحبیه و الشافعی و نظر بر تشدید شارع که در کتاب
و سنت واقع است بر اخذ ربوا این مسئله بسیار مستبعد مینماید **جواب** و لا ربوا بین المسلم و الحربی فی دار الحرب
محمول بر ظاهر ست و موافق قاعده فقهیه است و ازین جنس مسائل بسیار است مثل لا ربوا بین المالک
و المملوک و غیر ذلک و اصل آنست که هر جا گرفتن مال مباح بلا شرط معاوضه درست باشد آنجا ربوا حرام نمیماند
و هر جا مسلم مستامن شده در دار الحرب بماند یا داخل شود او را بزور گرفتن مال حربیان درست نیست و اگر
بخوشی خود بدهند و لو فی ضمن عقد فاسد او شرط فاسد درست میشود لانه مباح الاصل فی حقه و انما حرم
تعرضه لاموالهم لما فیه من نقض العهد و اذا بذلوها بالرضا فلا وجه للحرمة **سوال** بعضی از علمای امامیه
پورب بجواز اخذ ربوا از انگریزان فتوی میدهند و در فتاوی دیده ام که اگر کفار در دار الاسلام استیلا
یابند دار الحرب نمیشود و بریک روایت مختلف برای جر نفع عمل کردن و از نصوص دیگر که در عدم
جواز موالات کفار وارد است کناره کردن و بایشان مصاحبت و موافقت نمودن همان حکم دارد
که افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض مصداق در فتح این باب مسالهٔ العجل خواهد آمد و رفته رفته
از کفار هند بل ما بین مسلمین هم در اخذ ربوا مضائقه نخواهد ماند **جواب** مفاسدیکه در تجویز اخذ ربوا
از حربیان مرقوم شده بود واضح گشت اباحة اصلی این معامله مبحوث عنها است و معهذا مفاسد
درین مرقوم شده اکثر آن مفاسد منقوض است بجهاد کفار که متضمن ست قتل رجال و نهب اموال
و سبی ذراری و تخریب عمارات و احراق اشجار و زراعات را و ظاهر ست که این عمل با مسلمین در غایت
قبح است و متضمن بودن این معامله مفاسد دیگر را چیزی دیگر است کلام دران نیست بلکه بر فرض
خلو ازین مفاسد ست و الا مباحات بلکه مستحبات و مندوبات بسبب مجاورة مفاسده کسوت حرمت
میپوشند چه جای این مسئله که اباحت آن نیز متفق علیها نیست مخصوص بعلمای حنفیه است و آنچه
مرقوم شده که دار الاسلام گاهی دار الحرب نمیشود قول مرجوح است و اصح آنست که دار الاسلام
دار الحرب میشود آری درین اختلاف ست که کی میشود طائفه میگویند که اگر یک چیز از شعائر اسلام
ممنوع باشد مثل اذان و ختنان دار الحرب میگردد و طائفه دیگر میگویند که مدار صیرورة دار الاسلام
دار الحرب بر محو شعائر اسلام نیست بلکه هرگاه شعائر کفر بلا دغدغه باعلان رائج گیرد دار الحرب میشود

شعائر اسلام ہمہ برقرار باشند و فرقہ سوم ازین ہم ترقی کردہ اند و گفتہ اند کہ حد دار الحرب آنست کہ
ان لا یبقی فیہ مسلم ولا ذمی آمنا بالامان الاول سوا ترک بعض شعائر الاسلام اولا و سوا اعلن
شعائر الکفر اولا و ہمین قول ثالث را محققین ترجیح دادہ اند و برین تقدیر معمولہ انگریزان و اشباہ
ایشان لا شبہہ دار الحرب است واللہ اعلم و تجویز علماء امامیہ درین مقام اعتبار ندارد زیرا کہ نزد ایشان
از ذمیان و سنیان نیز اخذ ربوا جائز است صرف در تجویز علماء حنفیہ است و عمل نکردن اکثر اہل
بر آیاتیکہ دال بر تبری از کفار است البتہ موجب طعن در تدین آنہا است لیکن ایمان ببعض
الکتاب ولو بجر النفع از ان قبیل نمیتواند شد کہ کلام بحسب ظاہر بران متوجہ شود واللہ یتولی حساب
السرائر **سوال** سنن رواتب کہ ان در نماز پنجگانہ معمول است در اذہان عوام چنان نشستہ کہ مجموع
این رکعتہاے سنت و فرض داخل در اصل نماز ست و حال آنکہ انیقدر تاکید در غیر سنت فجر در احادیث
یافتہ نمیشود و بسا مسلمان از مرد و زن کہ از کثرت رکعات مواظبت بران دشوار میدارند و اگر ہمین قدر
رکعات فرض امر کردہ شود بآسانی مواظبت توانند کرد **جواب** در باب سنتہا علماء ماوراء النہر غلو نمودہ در
اذہان جہال عوام قریب فرض رسانیدہ اند انیقدر از احادیث ثابت نمیشود و ہمین ست مذہب حضرت
والد مرحوم ما درین مسئلہ و ہمین ست موید باحادیث و آثار صحیحہ و مشددان ماوراء النہر بتواکید این نماز ہا
را اثبات فرمودہ اند کہ ہمسر فرائض گشتہ بلکہ حضرت والد مرحوم ما درین مسئلہ مکرر میفرمودند کہ ہر چند این
مردم بہ نیت نیک این تشدیدات نوشتہ اند تا در اقامت سنت مردم تساہل نکنند لیکن مردم بسیار را
از نماز فرض محروم داشتہ اند کہ بسبب کثرت اعداد رکعات ہر وقت و عدم فرصت اصل نماز را ہم ترک
میکنند و میفرمودند این تشدیدات نوعے از تحریف شریعت است **منہ** بیع الی اجل مع الزیادۃ فی
الثمن بلا شبہہ جائز است بلکہ ہمین وجہ برکت است کہ در حدیث شریف وارد ست البرکۃ فی الثلث
فی الشرکۃ و فی البیع الی اجل و فی خلط البر بالشعیر للاکل لا للبیع و مقابلہ زیادہ ثمن با اجل درینجا
مضر نیست زیرا کہ تفاضیل و اجل در صورتے حرام است کہ جنسین باہم متقابل شوند یا ما ہو فی حکم
الجنسین کالنقدین **رقعہ** مہربان من تصرف جن و شیاطین در بدن آدمی یعنی در روح
ہوائی و نسمیہ او کہ حائل قوی است و آنرا الصرع الجن در عربی می نامند و بآسیب و خبط در عرف تعبیر
میکنند نزد اہل سنت بلکہ اکثر فرق اسلام مسلم است چنانچہ در تفسیر نیشاپوری وغیرہ در تحت آیۃ

یتخبطہ الشیطان من المس مذکور ست و اکثر المسلمین علی ان الشیطان قادر علی الصرع و القتل و الایذاء بتقدیر
اللہ تعالیٰ و مخالف درین مسئلہ غیر از فرق معتزلہ دیگرے نیست و آنہا درین آیۃ توجیہات رکیکہ مینمایند چنانچہ
در تفاسیر آنہا مرقوم است و نقل آن واہیات بے حاصل و در اناجیل اربعہ یوحنا و متی وغیرہما دہ یا نزدہ
قصہ آسیب جن و اخراج آن از بدن مصروع بدم عیسوی مذکور ست و در احادیث نیز قدرے کثیر ازین
باب آمدہ ہرگز کسے را جاے انکار نیست آمدیم بر آنکہ انسان ہم بعد موت این کار میکند یا نہ درین مسئلہ
علماء اہل سنت را اختلاف است اکثر محققین تجویز آن کردہ اند و بعضے بامتناع آن رفتہ دلیل منکران
آنست کہ اگر انسان نیز این کار کند باید کہ حقیقت او مقلوب بحقیقۃ جن گردد و انقلاب حقائق محال است
و نیز اگر انسان صالح است پس این نوع ظلم و ایذا چہ قسم از وے بوقوع مے آید کہ خلاف اصلاح است و اگر
فاسق است یا کافر پس او از دست موکلان عذاب چگونہ خلاص شدہ فرصت این عمل می یابد بنا بران
مجوزین درین باب دو گروہ شدہ اند جماعہ میگویند کہ این از باب انقلاب نیست بلکہ نوعے است از مسخ
اخروی کہ اصل آن در آخرت و ما بعد الموت از روی احادیث بسیار ثابت است و در جامع صغیر سیوطی از کتب
متعددہ در تتمہ حدیث معراج منامی آنحضرت نقل کردہ کہ رایت مد جلد خنوستہ الشیاطین عند الموت
فجاءہ تعلمہ من الجنابۃ فنزعتہ من ایدیہم او کما قال و ازین حدیث بوے ازین عالم بمشام میرسد و
چون این معاملہ از باب مسخ اخروی شد پس خلاص از عذاب فاسق را چرا لازم آید بلکہ اینہم نوعے است
از عذاب کہ دران گرفتار ست مسلک علمای حنفیہ ماتریدیہ ہمین است ملا معین در شرح برزخ کہ از معتمدان
علمای ماوراء النہر ست میگوید الانسان قد یصیر جنا فی عالم البرزخ بالمسخ و ہذا تعذیب و غضب من اللہ تعالیٰ علی
من شاء کمن کان یمسخ فی الامم السابقۃ والقرون الماضیۃ قردۃ و خنازیر الا انہ رفع ہذا العذاب عن ہذہ
الامۃ المرحومۃ فی عالم الشہادۃ ببرکۃ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الا ما ہو عن علامات الساعۃ الکبری
فقد ورد فی الاحادیث الصحیحۃ ان یکون فی ہذہ الامۃ مسخ و خسف و قذف عند القیامۃ ذلک مسخ
الانسان فی البرزخ یکون غالبا فی الکفار والمومنین الظالمین الموذیین والزانیین والمغلمین سیما
اذا ماتوا و قتلوا علی جنابۃ کذا المرتدین غیر تائبین فلیس کل من کان کذلک یکون ممسوخا بل من
شاء اللہ مسخہ و عذبہ والمسخ لا یکون فی الصلحاء والاولیاء اصلا وان ماتوا علی جنابۃ و یکون المسخ
فی القیامۃ کثیر الکما ورد ان کلب اصحاب الکہف یجعل بلعما و البلعم یجعل کلبا و یدخل ذلک فی الجنۃ